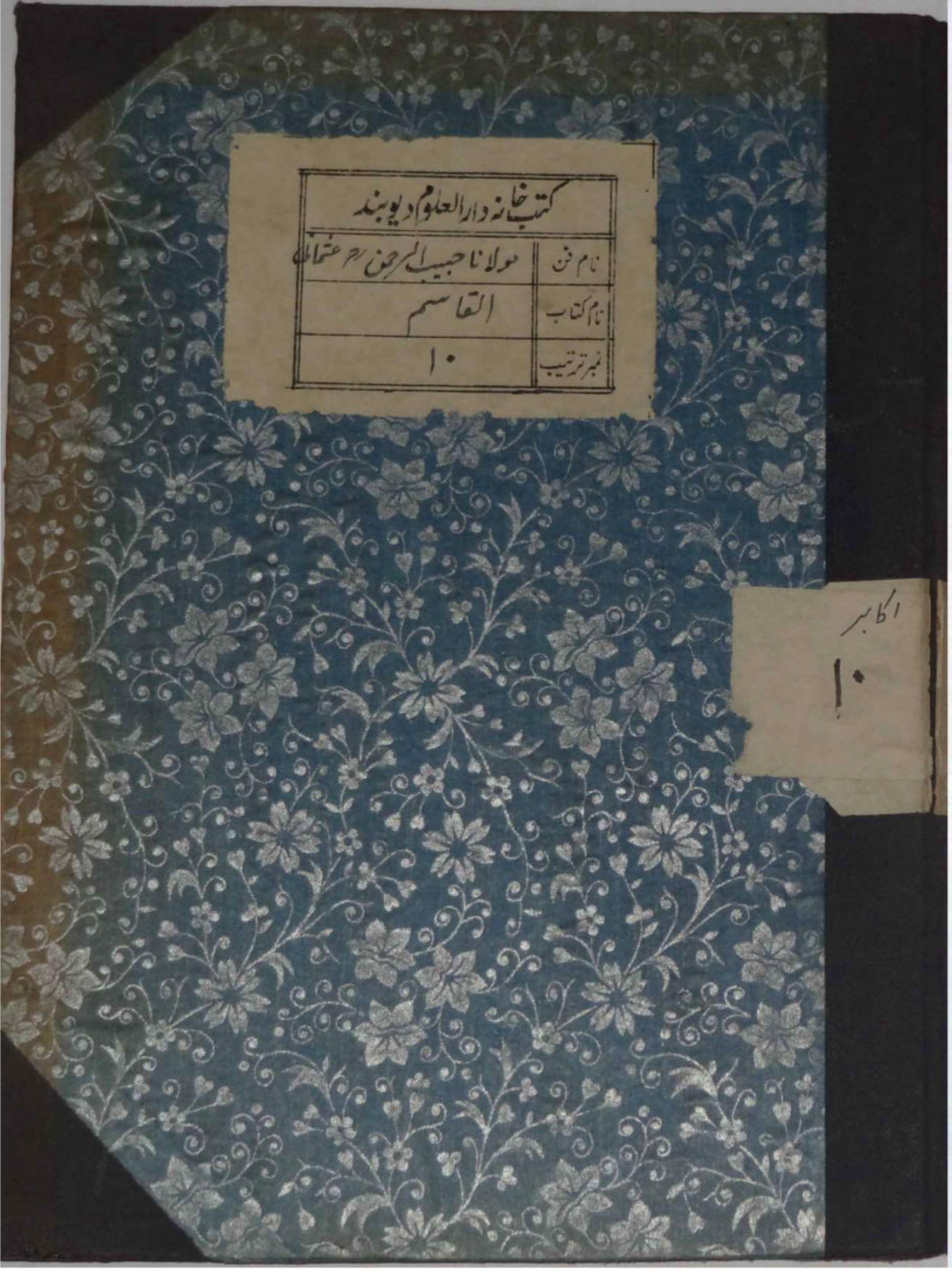


مرکز التراث الاسلامی دیوبند

نام اخبار	ماہنامہ القاسم "دارالعلوم دیوبند نمبر"	محفوظات: اخبار نمبر ۴ نمبر:
نام ایڈیٹر	مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند	مقام حصول: کتب خانہ دارالعلوم دیوبند (اکابر دیوبند کے خانہ میں)
مقام اشاعت	مطبع قاسمی دیوبند میں چھپ کر دفتر القاسم دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوا	
تاریخ اشاعت	ماہ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ مطابق جون ۱۹۲۸ء	کتب خانہ نمبر: ۹۹۸۸۹
مجموعی صفحات	۸۰	دستخط: [illegible] ۲۸ شعبان ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۶ جون ۲۰۱۵ء

یادگار شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم النانوتوی بانی دار العلوم دیوبند

رجسٹرڈ نمبر ا ۱۴۷

القاسم

سالانہ
نمبر
دار العلوم دیوبند

ماہ محرم ۱۳۴۷ھ

دار العلوم دیوبند کا علمی، مذہبی، اخلاقی، تمدنی، تاریخی ماہوار رسالہ

جلد ۳
نمبر ۱

نقشہ دار الحدیث دیوبند



زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب
مدظلہ مہتمم دار العلوم دیوبند

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی کان
اللہ لہ معتمد المدیر القاسم

مطبع قاسمی دیوبند میں چھپکر دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

سالانہ چندہ مع محصول ڈاک عہ
اس پرچہ کی قیمت مع محصول ڈاک ۶ ر

کسی سے کوئی شہرت و وقعت نہیں پہنچی ہے۔ اس پاک جذبہ کے ماتحت ہم نے باوجود فضائے اختلاف کے دارالعلوم نمبر کے شائع کرنے کا عزم کیا اور خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آج ہماری ناچیز مساعی کا ایک علمی مرقع آپ کے ہاتھوں میں ہے اب قبول کرنا نہ کرنا ہمدردی کرنا نہ کرنا یہ آپ کا کام ہے۔

دارالعلوم نمبر کے شائع کرنے سے باللہ العظیم ہماری غرض محض یہ ہے کہ جو گمراہ کن پروپیگنڈا نادانی و کم عقلی سے یا بدنیتی اور خود غرضی سے کیا گیا یا کیا جا رہا ہے اس کا استیصال ہو جائے۔ اور اصلی حقیقت مسلمانوں پر واضح ہو جائے ہمیں حیرت ہی نہیں بلکہ حسرت بھی ہے کہ جس انتظام کو اب سے دو سال پیشتر بہترین انتظام کہا جاتا تھا اسکو اب برملا بدترین انتظام کہلوانے میں جائز و ناجائز تمام امور سے قطع نظر کر لی گئی ہے پھر اس سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہے کہ فتنہ اختلاف کو تو اسقدر اعلیٰ پیمانہ پر پہنچا دیا گیا لیکن آج تک کسیکو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وجوہ اختلاف کیا ہیں اور ہمیشہ اسی پہلو سے رو گردانی کی گئی حقیقت یہ ہے کہ موجودہ مصلح جماعت کوئی بھی ایسا اعتراض پیش کرنے کے قابل نہیں جسکو وہ بزمانہ صلح و آشتی خود نہ کر چکی ہو پس مسلمان خود اسکا اندازہ کر لیں کہ اس تحریک سے دارالعلوم کو جو ضرر عظیم پہنچا اسکی مرکزیت اور نیک شہرت میں جو رخنہ ڈالا گیا اس کا بانی اور اس کا ذمہ دار کونسی جماعت اور فریق ہے یہ وہی ازہر ہند دارالعلوم دیوبند ہے کہ جب علامہ سید رشید رضا مصری ہندوستان تشریف لائے اور دارالعلوم کی شہرت کے چرچے کانوں میں پڑے تو باوجود مختلف قسم کے رکاوٹوں کے دیوبند تشریف لائے اور آپنے اپنی تقریر میں اس کو ازہر ہند تسلیم کیا۔ کسقدر عقل کو متحیر کر دینے والی بات ہے کہ ایک طرف دارالعلوم کی مرکزیت اور اسکی جاذبیت کا بھی اعتراف کیا جاتا ہے دارالعلوم کی ترقیات کا بھی انکار نہیں کیا جاتا۔ اور ساتھ ہی میں اس مبارک نظم کو بھی برا کہا جاتا ہے۔ جس کے ماتحت دارالعلوم میں یہ جاذبیت پیدا ہوئی اور اس نے یہ علمی وسعت و مرکزیت حاصل کی۔

یہ تو بعینہ ایسی ہی بے پیچ منطق ہے جیسے کوئی خود غرضی و حسد کا مارا ہوا انسان کسی اعلیٰ کامیاب تاجر کی دوکان پر پہنچکر اس کے لاکھوں کروڑوں کے سامان کو دیکھکر اس کے بڑھتے ہوئے کاروبار کی تاب نہ لا کر یوں کہے کہ اسمیں تو شک نہیں کہ آپ کے دوکان بہت بڑی دوکان ہے آپ کی تجارت کامیاب تجارت ہے اور مرکز توجہ خلائق ہے۔ مگر افسوس اس کا ہے کہ اس دوکان کا منتظم تجارت سے واقف نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ اگر ریل گاڑی کا انجن خراب ہو جائے تو گو اس ریل کے ڈبے کسی قدر نفیس اور عمدہ کیوں نہ بنے ہوں لیکن ایک انچ بھی نہیں چلسکتے پھر حیرت ہے کہ گاڑی کا بغیر انجن کے نہ چلنا تو تسلیم ہو لیکن دارالعلوم کا نیک شہرت حاصل کر کے بام ترقی پر پہنچ جانا مہتمم صاحب اور مجلس شوری کے حسن انتظام کے ساتھ تسلیم نہو۔

صاحبزادہ آفتاب احمد خانصاحب جب دیوبند تشریف لائے اور آپ نے دارالعلوم کے اساتذہ و طلبا میں کامل اتحاد دیکھا تو آپ نے حسرت کے ساتھ یہ جملے اسوقت فرمائے تھے کہ افسوس علیگڈھ میں ہم کو یہ ڈسپلن نصیب نہیں ہے یعنی چھوٹے سے لیکر بڑے تک ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا ہے سب ایک ہی سے وابستہ ہیں سب ایک کے ہیں اور ایک سب کا ہے۔ لیکن شیطانی حرص و آز افسوس اس ڈسپلن کو نہ دیکھ سکی دارالعلوم میں کچھ اجزاء فاسدہ ایسے داخل ہوئے جنہوں نے بعض اجزاء صالحہ کو فاسد کر کے اپنا عنصر بڑھا لیا اور آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ بعض اجزاء صالحہ اجزاء فاسدہ کے ہمرنگ و ہمزبان ہو کر دارالعلوم سے جدا ہو گئے۔ اور بعض بحالت مایوسی جدا کر دئے گئے۔

اس موقع پر پہنچکر بے اختیار حدیث شریف کا وہ الہامی استنباط یاد آ جاتا ہے جو اپنے بعض بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ قرآن مجید کے ارشاد انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کی رو سے خداوند عالم ہی اپنے دین کا خود محافظ ہے یعنی اسباب حفاظت گو ہمارے ہی ذریعے ظہور میں آتے ہوں مگر باگ حفاظت انہیں کے ہاتھوں میں ہے سو جب خداوند عالم دین کا محافظ ٹھیرا تو اب دو شانوں کا ظہور ضروری تھا۔

پہلی شان کا ظہور تو اس طرح ہو کہ ایک رجل فاجر سے دین کی تائید و نصرت کرا کر ثابت کیا جائے کہ دین ہمارا ہے دین کے محافظ ہم ہیں۔ ہم جس سے چاہیں حفاظت کرائیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کبھی دین کی تائید رجل فاجر سے کرا دیتا ہے۔ اور

دوسری شان کا ظہور اسطرح پر ہو کہ ایک عبد صالح سے دین کی تخریب کرا دیجائے اور یہ جتلا دیا جائے کہ مدار دین تم جنکو سمجھتے تھے انکی کوئی بھی حیثیت نہیں رجل فاجر سے باوجود اس کے جہنمی ہونے کے ہم وہ کام لے سکتے ہیں جو عبد صالح باوجود جنتی ہونے کے نہیں کر سکتا بلکہ اس کے برعکس کام کر سکتا ہے کون نہیں جانتا کہ اگر شاہ صاحب اس فتنہ میں شریک نہوتے تو یہ فتنہ اسقدر نہ بڑھتا خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو دارالعلوم کی خدمت و حفاظت میں لگے ہوئے ہیں۔ خیر کثیر میں شر قلیل کو نظر انداز کر کے ہر دم اسکی بھلائی اور اسکی بہبودی میں مصروف ہیں اور نامراد ہیں وہ لوگ جنہوں نے دارالعلوم جیسی عظیم الشان اسلامی درسگاہ کو اپنی حرص و آز کا محور بنانے کے لئے ایک عرصہ سے اپنا جال مختلف طریقوں سے بچھایا۔ اور دارالعلوم کی شہرت کی بجائے اپنی شہرت کے درپے ہوئے۔ دارالعلوم میں دو ڈھائی برس تک خلفشار رہا اور اس سے اسکی نیک شہرت پر بڑا برا اثر پڑا۔ لیکن ناسپاسی ہوگی اگر میں ان حضرات مدرسین و اراکین دام اللہ فیوضہم کا شکریہ ادا نہ کروں (جنکی فہرست ٹائیٹل کے صفحہ ۳ پر درج ہے) کہ ان بزرگوں اور دوستوں نے یکدل ہو کر دارالعلوم کی عزت و ناموس کو ایسے وقت میں بچایا اور نہایت مستعدی و استقلال سے فتنہ کا مقابلہ کیا اور دارالعلوم کے کسی اسلوب میں فرق نہ آنے دیا۔ دارالعلوم کے اس عظیم الشان اندرونی اختلاف کا انجام یہ ہوا کہ برسر پیکار نام نہاد مصلح جماعت نے ضلع سورت کے ایک مدرسہ میں اپنی خدمات کو منتقل کر دیا۔ علمی دنیا کو اور خود ہمیں جس امر کا افسوس ہے وہ صرف حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب اور مولنا مفتی عزیز الرحمن صاحب کی جدائی کا افسوس ہے۔ لیکن جب ہم اسپر نظر کرتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات از خود جدا نہیں ہوئے بلکہ اُن کے حاشیہ نشینوں اور مخصوص مقربین نے اپنے تخیلات کا پابند کر کے علیحدگی پر مجبور کیا۔ اور ان حضرات کو علیحدہ کرایا تو ہم اپنے قلب میں ایک صبر کی کیفیت محسوس کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ دارالعلوم اللہ کا کام ہے کسی کی ذات پر موقوف نہیں۔ بقول مولوی شبیر احمد صاحب کے والد ماجد مولنا فضل الرحمن صاحب مرحوم ممبر مدرسہ دارالعلوم کے ؎

ہے توکل پر مدار اس کا تو بس اس کا معین * ایک گر جائیگا پیدا دوسرا ہو جائے گا

اگر ایک شخص اپنی اعانت سے ہاتھ روکیگا تو دست قدرت دوسری طرف سے بڑھے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

دارالعلوم کی موجودہ حالت کا خلاصہ یہ ہے کہ اسکے تمام شعبے بدستور قائم ہیں کسی قسم کا کوئی خلفشار اب مدرسہ میں باقی نہیں ہے تعلیم بدستور سابق جاری ہے طلبا برابر آ رہے ہیں اور تعداد داخلہ جدید پر کوئی اثر نہیں پڑا ہے دیوبند میں بھی پوری طرح سکون ہے صرف ہفتہ میں ایک دن کے لئے مخالف جماعت کا اخبار مہاجر اپنی صورت دکھا دیتا ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب جماعت مصلحین سورت چلی گئی برسر پیکار سے برسر کار ہو گئی تو اس نے اپنے واحد ترجمان اخبار مہاجر کو کیوں منتقل نکیا اس کا تو صاف مطلب یہ ہے کہ دارالعلوم کے خدام کو اطمینان سے کام کرنیکا موقع ندیا جائے اور اس کا منشا تو صاف یہ ہوا کہ ادھر بھی ہاتھ رکھا جائے اور اُدھر بھی تو ایسی ضد کا نہ معلوم انجام کیا نکلیگا ہماری اگر کوئی سُنے تو ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جماعت مصلحین اب بھی دارالعلوم کی خطا معاف کر دے اُن کو اطمینان سے کام کرنیکا موقع دے۔ وہ بُرے ہیں یا بھلے ہیں جیسے کچھ بھی ہیں انہیں اپنے حال پر چھوڑ دے اور خود جہاں گئے ہیں وہاں اسلام کی خدمت کریں اور اس طرز عمل سے ثابت کر دیں کہ ہماری جماعت کے اختلاف سے بھی مسلمانوں کو نفع ہی پہنچا نتیجہ اس کا یہ ہو گا کہ جو اجزاء صالحہ ہیں وہ پھر کسی وقت اپنی اصلی حیز و مرکز کیطرف لوٹ آئیں گے۔ لیکن خود غرضوں کی خود غرضی کو دیکھتے ہوئے اس کی توقع نہیں ہوتی کہ وہ ایسا کریں گے۔

دارالعلوم دیوبند کی تعلیمی حالت

(از حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند)

جماعت انما نحن مصلحون کے واحد ترجمان اخبار مہاجر اور بعض ایجنٹوں نے جب سے مولانا انور شاہ صاحب اور مولوی شبیر احمد صاحب مع اشتراکی طلباء وغیرہ کے ڈابھیل چلے گئے ہیں ایک نیا شور مچا رکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس جماعت کے چلے جانے سے (خدانخواستہ) جسم دارالعلوم سے علمی روح نکل گئی ہے دارالعلوم میں طلباء نہیں رہے ہیں خاکش بدہن گویا دارالعلوم ٹوٹ گیا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ دارالعلوم مستغنی... مدرسین و اشتراکی طلباء کے قیام دیوبند کے وقت میں جس طرح چل رہا تھا۔ اب بھی اسی رفتار سے چل رہا ہے۔ نہایت استقلال وسکون سے کام ہو رہا ہے۔ وہی چہل پہل ہے۔ البتہ فسادی جلسوں کی چہل پہل ضرور بند ہوگئی ہے مستغنی... مدرسین میں علمی حیثیت سے شاہ صاحب کا وجود بیشک ایسا تھا کہ ان کے متعلق جو کہا جائے بجا ہے۔ لیکن جب کہ ان کی جگہ پر جانشین شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد صاحب کو ضیاپاشی کرتے ہوئے دیکھا جائے تو یہ کمی پھر زیادتی معلوم ہوتی ہے اور نئی علمی روح کے داخل ہونے پر جس قدر بھی فخر وشکر کیا جائے کم ہے۔

مولوی شبیر احمد صاحب چونکہ ایک عرصہ سے تعلیمی سلسلہ سے جدا ہیں اس لئے ان کا ہونا نہ ہونا تعلیمی حیثیت سے برابر تھا بقیہ مدرسین ومعین المدرسین کے چلے جانے سے مدرسہ کی تعلیم پر کیا اثر پڑ سکتا تھا بلکہ سچ پوچھو تو دارالعلوم کا ان پر یہ احسان تھا کہ ان کے اندر تعلیمی سلیقہ پیدا کرنے کے لئے انہیں چند اسباق دے دئے گئے تھے۔ دارالعلوم میں اس وقت بحمد اللہ وہی ممتاز اساتذہ کام کر رہے ہیں جو بیس پچیس برس سے برابر پڑھا رہے تھے اور جن کی علمی قابلیت و مہارت فن مسلمہ موافق ومخالف ہے مستغنی... مدرسین کے چلے جانے سے رتی برابر دارالعلوم کی تعلیمی حالت پر کوئی اثر نہیں پڑا ہے موجودہ فہرست موجودہ مدرسین ٹائٹل کے صفحہ ۳ پر ملاحظہ فرمائی جائے۔

ذیل میں ہم طلبائے قدیم وجدید کا سالانہ موازنہ دکھاتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ دارالعلوم کی کسی حالت میں کوئی لائق تذکرہ فرق نہیں ہے۔ اس وقت ۱۶۱ اسباق داخل و خارج اوقات میں پڑھائے جا رہے ہیں اور اس سے پہلے سال میں ۱۵۴ اور اس سے پہلے سال میں ۱۵۲ اسباق تھے۔ تعداد طلباء نقشہ ذیل سے معلوم ہوگی۔

نقشہ موازنہ طلبائے قدیم وجدید - درجۂ عربی

سنہ	طلبائے قدیم	طلبائے جدید	کل تعداد درجہ عربی	وہ طلباء جو بوجہ فراغت علم یا دیگر اسباب اگلے سال نہیں آئے
۱۳۴۰ھ	۲۵۸	۱۱۵	۳۷۳	۱۰۶
۱۳۴۱ھ	۲۶۷	۱۲۶	۳۹۳	۱۰۸
۱۳۴۲ھ	۲۸۵	۱۸۷	۴۷۲	۱۴۴
۱۳۴۳ھ	۳۲۸	۱۸۱	۵۰۹	۱۳۲
۱۳۴۴ھ	۳۷۷	۲۰۳	۵۸۰	۱۷۲
۱۳۴۵ھ	۴۰۸	۱۹۱	۵۹۹	۲۴۳
۱۳۴۶ھ	۳۵۶	۱۸۵	۵۱۴	۲۴۶
۱۳۴۷ھ	۲۰۶	۲۰۹	۴۱۸	

نوٹ:- چونکہ ۱۳۴۶ھ میں منجملہ ۵۱۴ طلباء کے ۲۴۶ طلباء وہ ہیں جو بوجہ اشتراک و دیگر جرائم کے مدرسہ سے خارج کئے گئے اور بعض بوجہ اپنی ضروریات کے مدرسہ سے رخصت ہو کر شریک امتحان سالانہ نہیں ہوئے ہیں۔ ۱۳۴۶ھ میں کل ۲۶۸ طلباء شریک امتحان ہوئے انہیں کو ۱۳۴۷ھ میں ۲۰۶ طلباء آئے اور ۶۲ طلباء نہیں آئے جو تعداد بہ نسبت سنین سابقہ کے بہت کم ہے۔

عالم میں فساد اور اس کا انسداد

(اثر خامہ فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مدیر القاسم مدظلہ)

فخر الہند حضرت مولانا الحاج المولوی محمد حبیب الرحمن صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند و مدیر القاسم کے بلند پایہ علمی قصائد اور مضامین سے ناظرین القاسم دور قدیم بخوبی واقف ہیں۔ ایک عرصہ سے ہم کو اور ناظرین القاسم دور جدید کو اس کی آرزو تھی کہ حضرت مولانا گاہے ماہے "القاسم" میں مضامین عطا فرمایا کریں لیکن حضرت موصوف کو دارالعلوم کے معاملات میں جس قدر مشغولی دائمی رہتی ہے وہی اب تک حائل رہی القاسم کے مخصوص نمبر کے لئے ہمارے متواتر اصرار پر حضرت العلام نے ہمیں جو عالی مضمون عطا فرمایا ہے اسے ہم بصد مسرت وابتہاج پیش کرتے ہیں اور اس مضمون کو مستقبل کے لئے فال نیک سمجھتے ہوئے متوقع ہیں کہ آیندہ کے لئے بھی ان شاء اللہ حضرت قبلہ کے عالی مضامین سے اوراق القاسم مزین ہوتے رہیں گے۔ (طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہ)

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔ والصلوۃ والسلام علی حبیبہ وصفیہ عبدہ ورسولہ خیر خلقہ وصفوۃ عبادہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ حاملی ملتہ وناشری شریعتہ اجمعین ط

سارا عالم باجزائہ اختلاف کا مجموعہ ہے۔ اس کے ہر جزو کو دیکھتے ہیں تو طبعی میلان واقتضاءات میں دوسرے سے مخالف ہے۔ عناصر کو دیکھئے تو ان میں سے ایک اگر اپنے مرکز کی تلاش میں بالطبع زمین کے اندر گھسا جاتا ہے تو دوسرا آسمان کی طرف پرواز کرتا نظر آتا ہے۔ اسی طرح تمام اجناس اور ان کے انواع وافراد پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نوع کے اندر اگر وحشیانہ حرکات درندگی وخونخواری۔ ایذاء وتکلیف رسانی خلقۃً ودیعت رکھی گئی ہے تو دوسری نوع بالطبع مسکنت۔ سلامت۔ نرمی اور اطاعت کی طرف مائل ہے۔

انسان اشرف المخلوقات اور خلیفہ خالق کائنات ہے۔ اس کو خیال کرتے ہیں تو ان تمام اختلافات وتنوعات کا جو عالم کے اجزاء میں جدا جدا پائے جاتے ہیں مجموعہ نظر آتا ہے۔ ان میں سے ایک اگر رحم مجسم۔ اخلاق کی تصویر تواضع ومسکنت ہمدردی بنی نوع کا مجسمہ ہے تو دوسرا اس کا رقیق بلکہ حقیقی بھائی وحشت وخونخواری غیظ وغضب کا سرچشمہ معلوم ہوتا ہے جس میں ہمدردی کا پتہ نہیں ہے جو دوسروں کو فنا کر دینا اپنی بقاء کی علت اور ان کی تکلیف کو اپنی راحت کا سبب سمجھتا ہے۔

اس اختلاف ومخالفۃ احوال وافعال متغایرۃ اخلاق وصفات کی صورت میں عالم کا اس نظام وترتیب کے ساتھ باقی رہنا ناممکن تھا یہ ضروری بات تھی کہ قوی کے ہاتھ سے ضعیف فنا ہو جاتا اور پھر ہر فرد دوسرے کی بلاکی کو اپنا اولین فرض سمجھتا۔

لیکن خداوند عالم جل جلالہ نے جس طرح اجسام کے اندر دو قوتیں جاذبہ اور دافعہ پیدا فرما کر ان کے اتصال وانفصال۔ تلاصق وتباین کو ایک نظام اور ایک ضابطہ میں داخل فرما دیا ہے۔

عالم کی دو قوتوں یا دو صفتوں کا وجود

اسی طرح مجموعہ عالم کو دو قوتیں یا دو صفتیں عطا فرمائی ہیں جن میں سے ایک صفت کو ہم رحمت وشفقت۔ تربیت وہمدردی سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسری کا نام غضب وانتقام۔ تحفظ ودفع مضرت وغیرہ رکھتے ہیں۔